الاستصلاح

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے

مولانا محمد عثمان استاذ جامعہ مدنیہ لاہور

انسانی زندگی میں پیش آنے والے تمام مسائل کا حل اس میں موجود ہے لیکن بعض مسائل ایسے ہیں جن کا حل شریعت مطہرہ نے کتاب وسنت کے نصوص کے ذریعے پیش کیا ہے اور جن مسائل میں نصوص واضح طور پر نہیں ملتیں وہاں اجماع کے ذریعے احکام کا اثبات ہوا ہے مگر پھر بھی کچھ مسائل ایسے باقی رہتے ہیں جن کی عقدہ کشائی نہ تو نصوص سے ہوتی ہے اور نہ اجماع سے۔

تو ایسی صورت میں بعض ایسی مصالح کی رعایت کی جاتی ہے جن کا شریعت نے نہ تو ایسا اعتبار کیا ہے کہ ان پر تشریع احکام کی بنیاد رکھی جاسکے اور نہ ہی ایسی نفی کی ہے کہ ان کا بالکل اعتبار ہی نہ کیا جاسکے۔

چنانچہ انہی مصالح کی رعایت کرکے ان مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔ اس حل کا نام مالکیہ نے استصلاح[1] رکھا ہے اور دیگر بعض اصولیین نے اس کو العمل[2] بالمصالح المرسلہ سے تعبیر کیا ہے اور امام ابوحامد الغزالی[3] نے اس کا نام "الاستدلال المرسل" تجویز فرمایا ہے۔ اس اجمالی تعارف کے بعد اب ہم تفصیلاً اس کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق کرتے ہیں:۔

---

[1] عبدالوہاب خلاف مصادر التشریع الاسلامی فی مالانص فیہ ص ۸۵، طبع کویت ۱۹۷۲ء

[2] اصول الفقہ لبدران ص ۳۰۱ و الاعتصام ج ۲ ص ۱۱۱

[3] الغزالی المنخول ص ۳۵۳۔

لغوی تحقیق: اسکے لغوی معنی ہیں طلب اصلاح جیسے استخبار (طلب خبر کرنا) اور استفسار
طلب تفسیر کرنا۔

وہ اصلاح خواہ ظاہری ہو جیسے عربی کا مقولہ ہے استصلح بدنہ (بدن کی اصلاح طلب کی)
اسی طرح استصلح مسکنہ (اپنے مسکن کی اصلاح طلب کی) اور خواہ وہ اصلاح معنوی ہو۔
جیسے ارشاد باری ہے:

ویسئلونك عن الیتمٰی قل اصلاح لھم خیر وان تخالطوھم
فاخوانکم واللہ یعلم المفسد من المصلح۔ (بقرہ ۲: پ ۲۔ ۲۲۰)

ترجمہ: اور تجھ سے پوچھتے ہیں یتیموں کے بارے میں کہدے کہ سنوارنا ان کے کام کا بہتر ہے
اور اگر ان کا خرچ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ جانتا ہے خرابی کرنے والے کو اور
سنوارنے والے کو۔

اصطلاحی تعریف

کسی ایسے واقعہ میں حکم شرعی ظاہر کرنا جس کے بارے میں نہ کوئی نص موجود ہے اور نہ ہی
اجماع۔ کسی ایسی مصلحت کی بنیاد پر جس کا شریعت نے تشریع میں نہ اعتبار کیا ہے اور نہ اس
کی بالکل نفی کی ہے۔

توضیح: علماء کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ احکام شرع کو مشروع کرنے کا
مقصد صرف لوگوں کی مصالح دنیویہ اور اخرویہ کو پورا کرنا ہے۔ مصالح دنیویہ کی تین قسمیں ہیں۔
ضروریات۔ حاجیات۔ تحسینیات۔

ضروریات: ایسی مصالح جن پر حیات انسانی موقوف ہے اور اگر ان میں سے کوئی
چیز مختل ہو جائے تو سارا نظام معیشت معطل ہو جائے۔ قحط کا اندیشہ ہو جائے۔ انسانی زندگی
عقل، مال، دین، اور عزت کی حفاظت انہی مصالح ضروریہ پر موقوف ہے۔

حاجیات: یہ وہ امور ہیں جن کا تقاضا مبنی بر سہولت ہے یعنی اگر یہ امور نہ ہوں تو

انسانی زندگی مشکل میں پڑ جائے بیع وشراء کا جواز، معاملات کی اجازت اور دیگر رخصتیں جو شرع کی طرف سے دی جاتی ہیں وہ سب اسی وجہ سے ہیں۔

تحسینیات: یہ ایسے امور ہیں جو انسانی زندگی کو خوبصورت اور عمدہ بناتے ہیں اور زندگی ان کی وجہ سے بہت آسان ہو جاتی ہے۔ پھر ان کی وجہ سے اخلاق سنورتے ہیں آپس کے تعلقات استوار ہوتے ہیں۔

لہٰذا جب انسانوں کو ایسی زندگی میسر ہو جائے جس میں ضروریات بھی موجود ہوں اور دیگر حاجات کا بھی انتظام ہو اور زندگی آسان ہو جائے اور ہر قسم کی سہولیات بھی میسر ہوں تو زندگی کی ایک ترتیب بن جاتی ہے اور تمام مصالح کا انتظام ہو جاتا ہے۔

احکام شرعیہ کے استقراء سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ احکام شرعیہ کی تشریع سے مقصود مصالح انسانیہ کا پورا کرنا لوگوں کو فائدہ پہنچانا اور ان سے مضرتوں اور نقصانات کو دور کرنا ہے۔

شریعت کے نزدیک اعتبار اور عدم اعتبار کے لحاظ سے مصالح کی تین قسمیں ہیں:

مصالح معتبرہ۔ مصالح ملغاۃ۔ مصالح مرسلہ۔

مصالح معتبرہ: ایسی مصالح ہیں جن کے پورا کرنے کے لیے شریعت نے احکام مشروع کیے ہیں اور اس بات پر باقاعدہ دلائل موجود ہیں کہ شریعت مقدسہ نے احکام مشروع کرتے وقت انہی کا ارادہ کیا تھا نیز علماء کا اتفاق ہے کہ احکام کی تشریع کی بنا اسی پر ہے لہٰذا ان کی بنیاد پر کوئی حکم مشروع کرنا شارع کی ہی اتباع شمار ہوگا۔

مصالح ملغاۃ: وہ مصالح جنہیں شرع نے لغو قرار دیا اور ان کا مقتضائے شرع کے خلاف ہونا معلوم ہو ان پر باتفاق علماء تشریعی احکام کو مرتب نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی حکم جاری کر کے ان مصالح کو وجود بخشا جا سکتا ہے۔

مثلاً ایک مالدار شخص نے جان بوجھ کر رمضان کا روزہ توڑ دیا اب اگر کوئی شخص فتویٰ دے کہ اس نے ایسا غلط کام کیا ہے تو اس کو ایسی سخت سزا ملنی چاہیئے کہ یہ ہمیشہ کے لیے اس فعل سے باز آجائے لہٰذا اس کو کہا جائے کہ اس کے بدلے میں ساٹھ روزے رکھو اس کا اور کوئی حل نہیں

نہ تم غلام آزاد کر سکتے ہو اور نہ ہی ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو۔ تو اس کہنے والے کی بات غلط ہے اس لیے کہ اس کا اختیار نص سے ثابت ہے اور وہ یہ کہ اولاً تو اس کو غلام آزاد کرنا چاہیے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو متواتر ساٹھ روزے رکھے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ لیکن اس نص کے برعکس یہاں ایسی مصلحت نکالی گئی جس کا شرع نے اعتبار نہیں کیا ہے۔

اسی طرح کوئی شخص یہ کہنا شروع کر دے کہ مرد و عورت کے درمیان مساوات ہونی چاہیئے۔ جتنا حصہ میراث میں مرد کو ملے عورت کو بھی اتنا ہی ملنا چاہیئے تو اس شخص کی یہ بات قابل تسلیم نہ ہوگی کیونکہ شریعت مطہرہ نے اس کو لغو قرار دیا ہے۔

اور ارشاد فرمایا ہے۔

للذکر مثل حظ الانثیین۔ (النساء ۴: ۱۱)

ترجمہ: کہ ایک مرد کا حصہ ہے برابر دو عورتوں کے۔

مصالح مرسلہ: وہ مصالح ہیں کہ شارع کی طرف سے کوئی دلیل اس کے اعتبار یا الغاء پر قائم نہ ہو۔ مرسلہ کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ یہ مرسل ہے یعنی مطلق ہے اعتبار اور الغاء سے۔ اس کی مثال وہ مصالح ہیں جن کی وجہ سے قید خانوں کا انتظام کیا گیا، سکے رائج کیے گئے اور مفتوحہ اراضی کو سابقہ مالکوں کے حوالے کر کے ان پر خراج لگا دیا گیا۔

استصلاح اور مصالح مرسلہ کا فرق

مصالح مرسلہ تو وہ مصالح، اسباب ہیں جن کے اعتبار یا عدم اعتبار پر شریعت میں کوئی دلیل قائم ہے نہ ان مصالح پر تشریع کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے اور استصلاح کے معنی ہیں۔ ان مصالح پر تشریع کی بنیاد رکھنا۔

مصالح مرسلہ سے استدلال کی صورت

اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ عبادات میں نہ تو قیاس کو کوئی دخل ہے اور نہ استحسان

کو اور نہ ہی استصلاح کو اس لیے کہ عبادات کے احکام خالص تعبدی احکام ہیں جن میں عقل و فہم کا کچھ دخل نہیں اور نہ ہی عقل عبادات کے متعلق ہر ہر حکم کی جزئی مصلحت معلوم کر سکتی ہے اسی طرح حدود، کفارات وراثت اور عدت کے مسائل اور تمام وہ احکام جن کو شارع نے تحدید کے ساتھ مقرر فرمایا ہے ان میں عقل کی کوئی مجال نہیں کہ لب کشائی کر سکے۔ البتہ ان کے علاوہ معاملات اور تعزیرات وغیرہ کے جو احکام ہیں ان میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا ان میں مصالح مرسلہ کی رعایت کرتے ہوئے استصلاح کے ذریعے احکام مستنبط کیے جا سکتے ہیں یا نہیں

استصلاح کے بارے میں فقہاء کے مسالک

۱۔ امام مالک[1] امام احمد بن محمد بن حنبل اور ان کے مقلدین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ جیسے غیر منصوص اور غیر اجماعی مسائل میں استنباط احکام کے اور طریقے ہیں اسی طرح استصلاح بھی ایک طریقہ ہے اور مصلحۃ مطلقہ جس کے اعتبار یا الغاء پر شرع میں کوئی دلیل موجود نہیں اس بات کی صلاحیت رکھتی ہے کہ اس پر استنباط احکام کی بنیاد رکھی جائے۔

۲۔ امام شافعی[2] اور ان کے بعض متبعین آمدی[3] وغیرہ اور مالکیہ میں سے ابن حاجب اور اصحاب الظواہر کا مسلک یہ ہے کہ مصالح مرسلہ سے استدلال کرنا صحیح نہیں اور نہ ہی ان پر احکام کو مبنی کرنا صحیح ہے۔ بلکہ ان کے بقول یہ اتباع ہویٰ کی ایک صورت ہے۔

۳۔ شوافع میں سے امام غزالی[4] رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ: مصلحۃ مرسلہ اگر ضروری کلی، قطعی ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا ورنہ نہیں۔

ضروری: اس پر حیات انسانی موقوف ہو۔

---

[1] اصول الفقہ لبدران ص ۳۰۲

[2] مصادر التشریع الاسلامی: ص ۸۹

[3] اصول الفقہ لبدران ص ایضاً۔

[4] المنخول ص ۳۵۹ اصول الفقہ لبدران ص ۳۰۳۔

کلی : تمام مسلمانوں کو عام ہو بعض کو چھوڑ کر بعض کے لیے نہ ہو۔

۴۔ نجم الدین طوفی کا مسلک یہ ہے کہ معاملات وغیرہ میں استصلاح ایک بنیادی شرعی دلیل ہے۔ دیگر قائلین استصلاح کے بالکل برعکس یہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ نص کی موجودگی میں بھی استصلاح ایک بنیادی شرعی دلیل ہے۔ دنیاوی معاملات اور سیاسیات وغیرہ میں جہاں بھی مصلحت معلوم ہو احکام کی تشریع کی جا سکتی ہے اگرچہ اس کے مقابل نص موجود ہو۔ اس موضوع پر موصوف کا ایک مستقل رسالہ ہے جس پر ہم انشاء اللہ آئندہ صفحات میں بحث کریں گے۔

۵۔ حنفیہ : ان کی بعض کتب سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ استصلاح کے بالکل قائل نہیں اور اس کو دلیل شرعی نہیں سمجھتے۔ لیکن یہ بات کئی وجوہ سے محل نظر ہے۔

اوّلاً : فقہاء عراق اس بات کے قائل ہیں کہ احکام شرع سے مقصود مصالح ہیں اور احکام ایسی علتوں پر مبنی ہوتے ہیں جن میں یہ مصالح پائی جاتی ہیں۔ اور وہ معقول النص اور روح النص کے بھی قائل ہیں اور کبھی کبھار وہ ظاہر النص کی معقول اور مصلحت مقصودہ کی طرف نسبت کرکے تاویل بھی کر دیتے ہیں لہٰذا یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے کہ وہ استصلاح کو بالکل تسلیم نہ کرتے ہوں اور احناف کے ایک بڑے عالم ابراہیم نخعیؒ بھی اپنی بحوث کا آغاز مصالح سے کرتے ہیں اور اکثر مصلحت سے دلیل بھی اخذ کرتے ہیں ؎۲

ثانیاً : احناف استحسان کے قائل ہیں اور استحسان کی ایک قسم وہ بھی ہے جس کی سند عرف، ضرورۃ، مصلحت پر ہے یہ استدلال بالمرسل نہیں تو اور کیا ہے اسی کو تو استصلاح کہتے ہیں اور یہ ایک بعید سی بات ہے کہ استحسان کا قول تو کیا جائے اور استصلاح کو چھوڑ دیا جائے ہماری رائے اس بارے میں یہ ہے کہ حنفیہ نے بھی بعض مواقع میں استصلاح سے استدلال کیا ہے۔

؎۱ شیعہ میں سے تھا اور اکابر صحابہ پر جرح کیا کرتا تھا۔

؎۲ مصادر التشریع الاسلامی ص ۱۹۰ اصول الفقہ لبدران ص ۳۰۳

چنانچہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں مصالح مرسلہ کے ذیل میں تحریر ہے:

ولعل الحق غیر خفی علی ذی کیاسة فانہ لما دل المناسبة علی صلوحہ للعلیة وثبت اعتبار الشارع جنسها فی جنس الحکم او نوعہ حدث ظن اعتبارہ ایاہ ظنا قویا وھذا الظن حادث من الشرع ومتعلق باعتبار الشارع وانکار ھذا عسی ان یکون مکابرة [1]

ترجمہ: اور شاید عقل مند پر حق مخفی نہیں کیونکہ جب احکام سے مناسبت اس کے علت بننے کی صلاحیت پر دلالت کر رہی ہے اور شارع نے اس کی جنس کا اعتبار کیا ہے جنس حکم یا نوع حکم کے ذیل میں تو اس کے معتبر ہونے کا ظن قوی پیدا ہو جائے گا اور ظن بھی شریعت ہی کی جانب سے پیدا ہوا ہے اور شارع کے اعتبار سے متعلق ہے اور اس کا انکار شاید مناسب نہ ہو اور بغیر دلیل کے ہو۔

قائلین استصلاح کے دلائل

جو لوگ استصلاح کو حجت سمجھتے ہیں انہوں نے اس پر چند دلائل پیش کیے ہیں:

١- احکام شرعیہ محض اس لیے وضع ہوئے ہیں کہ لوگوں کو فائدہ پہنچے اور ان سے نقصان دور ہو پس جب کسی واقعہ میں کوئی حکم شرعی نص، اجماع، یا قیاس کے ذریعے موجود ہو تو اسی حکم کا اتباع کیا جائے گا اس لیے کہ مصلحت پائی گئی۔

البتہ اگر اس واقعہ میں کوئی حکم شرعی موجود نہ ہو تو ایسا حکم مشروع کیا جائے گا جس سے مصلحت پوری ہو جائے اس لیے کہ احکام شرعیہ کی تشریع سے یہی مقصود ہے کہ مصالح پوری ہوں چنانچہ جس حکم سے اس مصلحت کا تحقق ہو گا وہ حکم حکم شرعی سمجھا جائے گا۔

٢- نو بہ نو حوادث و احوال پیش آتے رہتے ہیں ماحول بدلتے رہتے ہیں نئی نئی ضروریات

---

[1] فواتح الرحموت، ج ٢، ص ٣٠١

وحاجات پیش آتی رہتی ہیں خاص طور پر اس امت کو تو وہ حالات پیش آئے جو امم سابقہ کو پیش نہیں آئے تو اگر مجتہدین کے لیے استصلاح کے ذریعے تشریع کا دروازہ نہ کھولا جائے تو شریعت کا دامن تنگ ہو جائے گا بندوں کی مصالح پوری نہ ہو سکیں گی لوگوں کی حاجات باقی رہ جائیں گی اور شریعت مختلف زمانوں مختلف جگہوں مختلف ماحول اور مختلف حالات کے ساتھ نہ چل سکے گی حالانکہ یہ تو ایسی شریعت ہے جو تمام زمانوں اور تمام لوگوں کے لیے ہے اور اپنی ہمہ گیری اور جامعیت کے لحاظ سے تمام آسمانی شریعتوں پر فائق ہے۔

۳۔ جن مصالح پر احکام شرع مبنی ہوتے ہیں عموماً وہ مصالح معقولہ ہوتی ہیں۔ یعنی عقل مطلوبہ احکام کا حسن اور ممنوعہ احکام کا قبح معلوم کر لیتی ہے۔ اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ہم پر وہ احکام واجب فرمائے ہیں جن کے نفع کا عقل ادراک کر سکتی ہے اور وہ احکام منع فرمائے جن کے نقصان کا عقل ادراک کر لیتی ہے پس جب ایسا کوئی واقعہ پیش آئے جس میں شارع سے کوئی حکم منقول نہیں تو مجتہد اس واقعہ میں مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکم وضع کرے گا۔

اسی لیے معاملات میں استصلاح کی اجازت دی گئی عبادات وغیرہ میں اس کی اجازت نہیں دی گئی کیونکہ عبادات وغیرہ کی مصالح پورے طور پر سمجھی نہیں جا سکتیں۔

۴۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب نئے نئے حوادث پیش آئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس چیز میں مصلحت دیکھی اس میں حکم مشروع کر دیا اور محض اس لیے کہ شرع سے ان دلائل کے اعتبار یا عدم اعتبار پر کوئی دلیل قائم نہیں تھی انہوں نے ان مسائل میں کوئی نیا حکم مشروع کرنے کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ انہوں نے اعتبار کیا کہ جو چیز نفع کی جالب ہو یا نقصان کی دافع ہو وہ مصلحت ہے اور یہ اصول تشریع احکام کی بنیاد رکھنے کے لیے کافی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کو ایک جگہ مجموعہ کی صورت میں جمع کیا حالانکہ

پہلے ایسا نہیں تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی زندگی ہی میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا حالانکہ پہلے ایسا نہیں ہوا اور مانعین زکوٰۃ سے جہاد فرمایا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے قصاص معاف فرما دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس تراویح کو باجماعت مسجد میں ادا کرنے پر امت کو جمع فرمایا۔

قحط کے سال حد سرقہ کے نافذ کرنے سے منع فرمایا، ایک شخص کے قتل میں اگر پورا گروہ شریک ہو تو اس پورے گروہ کے قتل کا حکم جاری فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جمعہ کے لیے دوسری اذان کا حکم فرمایا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص مرض وفات میں اپنی بیوی کو طلاق دے کر اسے وراثت سے محروم کرنا چاہے تو اس مطلقہ بیوی کے لیے (بشرطیکہ عدت پوری ہونے سے پہلے شوہر کی وفات ہو جائے)۔ وراثت میں شریک ہونے کا حکم فرمایا۔ اور قرآن پاک کو ایک مصحف کی صورت میں جمع کر کے تمام مسلمانوں کو اس پر جمع فرمایا۔ اور باقی ماندہ نسخوں کو جلانے کا حکم فرمایا۔

اسی طرح صحابہؓ نے اس بات کا حکم فرمایا کہ دستکاروں کو جو سامان بننے کے لیے دیا جائے وہ اگر ان سے ضائع ہو جائے تو ان سے اس کا ضمان وصول کیا جائے کیونکہ انہوں نے اس میں بہت لاپرواہی برتنا شروع کر دی تھی۔ ان سب چیزوں کے دیکھنے سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ استصلاح کوئی نئی چیز نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فیصلے اور احکام اکثر اسی پر مبنی ہوتے تھے۔ اور اس سے مقصود مصالح الناس کی رعایت اور ان کی محافظت ہے۔

بعض علماء کو اس موقع پر اعتراض ہے اور وہ یہ کہ بعض لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ حسن و قبح بایں معنی عقلی ہوتا ہے کہ جس چیز کو عقل اچھا سمجھے وہ ہی مشروع ہے، اللہ کے یہاں مطلوب ہے اس کے کرنے پر ثواب ہوگا اور اس کے چھوڑنے پر عقاب ہوگا۔

اور جس کو عقل قبیح جانے وہ ہی اصل میں اللہ کے یہاں قبیح ہے۔ اس کا ترک مطلوب ہے اور اس کے کرنے والا اللہ کے یہاں معتوب ہے۔ نیز بعض لوگ اس

بات کے قائل ہیں کہ خیر وہ ہے جس میں عقلاً اکثریت کا زیادہ نفع ہو اور شر وہ ہے جس میں عقلاً اکثریت کا زیادہ نقصان ہو لیکن یہ دونوں مسلک صحیح نہیں کیونکہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ حسن وہ ہے جس کو شارع اچھا سمجھیں اور قبیح وہ ہے جس کو شارع نے قبیح بتلایا ہو عقل کو چاہے اس میں حسن نظر آئے یا نہ آئے قباحت معلوم ہو یا نہ ہو کیونکہ شارع کا حکم دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شئی فی نفسہ حسن ہے اور اس کا منع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شئی فی الواقع قبیح ہے۔ بہرحال استصلاح چونکہ ان مذاہب سے مطابقت رکھتا ہے اور وہ مذاہب صحیح نہیں اس لیے استصلاح بھی صحیح نہ ہونا چاہیئے اس اختلاف کا جواب یہ ہے کہ ان مذاہب کے ساتھ استصلاح کی مطابقت صرف بنیاد میں ہے وہ یہ ہے کہ احکام شرعیہ کی بنیاد مصالح الناس پر ہے لیکن فرق یہ ہے کہ قائلین استصلاح، استصلاح سے ثابت شدہ حکم کو عقل کا حکم نہیں سمجھتے بلکہ وہ اسے حکم شرع ہی سمجھتے ہیں جسے عقل نے احکام شرعیہ کی روشنی میں سمجھا ہے جبکہ حسن وقبیح کو بذریعہ عقل معلوم کرنے والے لوگ اس کو عقل کا حکم قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر شریعت کے احکام نہ ہوتے تب بھی انسان ان امور کے حسن وقبیح کو بذریعہ عقل معلوم کر کے ان پر عمل کرنے کا مکلف ہوتا ذیل میں ہم قائلین استصلاح کے کچھ اقوال نقل کرتے ہیں تاکہ ان کی تحریرات کی روشنی میں ان کے نظریات کو پوری طرح سمجھا جا سکے۔

عزبن عبد السلام المتوفی ۶۶۰ھ فرماتے ہیں۔[1]

"دنیا کے اکثر مصالح اور مفاسد عقل سے جانے جا سکتے ہیں اور یہ بات اکثر شریعتوں میں ہے اس لیے کہ شریعت کے وارد ہونے سے پہلے بھی ہر عاقل اس بات کو جانتا ہے کہ مصالح کا حاصل کرنا اور مفاسد کو نفس انسانی سے دور رکھنا اچھی اور قابل تعریف بات ہے اسی طرح جو مصلحت زیادہ راجح ہو اس کو مقدم کرنا اور مفاسد میں جو زیادہ فساد والی چیز ہے اس کا دور کرنا اچھی چیز ہے اور تمام عقلاء اور تمام شرائع جان مال عزت آبرو کے قابل احترام ہونے پر متفق ہیں اور

---

[1] مصادر التشریع الاسلامی، ص ۹۲

اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اقوال اور اعمال میں افضل تر کے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے دارین کے مصالح اور ان کے اسباب اور دارین کے مفاسد شرع ہی سے معلوم ہوئے ہیں اور اگر ان میں سے کوئی چیز مخفی ہو تو اسے شرعی دلائل سے معلوم کیا جاتا ہے دنیاوی مصالح ان کے اسباب اور دنیاوی مفاسد و مضرات عقل و تجربہ وغیرہ سے معلوم ہو جاتے ہیں۔
اور جو شخص شریعت کے اوامر و نواہی کے مصالح معلوم کرنا چاہے وہ ان کو اپنی عقل سلیم پر پیش کرے تو اس کو ہر حکم ایسا ہی ملے گا جو مصلحت کے مطابق ہوگا سوائے ان احکام کے جو محض تعبدی ہیں اور شارع نے ہمیں ان کی مصلحت یا مفسدہ سے مطلع نہیں فرمایا۔ شریعت ساری کی ساری مصالح سے بھرپور ہے یا مفاسد سے دور کرنے والی ہے جب اللہ تعالیٰ کو "یا ایھا الذین آمنوا فرماتے ہوئے سنتے ہو تو اس کی نداء پر غور کیا کرو یا تو کوئی خیر چیز ہوگی جس کے لیے بلایا جا رہا ہے یا کسی شر سے رد کا جا رہا ہوگا"۔

۲- فقیہ ابواسحاق[۱] شاطبی مالکی المتوفی ۷۹۰ھ فرماتے ہیں:
استقراء سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ شریعت مقدسہ علی صاحبہا الف الف سلام وتحیۃ مصالح عباد کے لیے وضع کی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بعثت رسل کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:
رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل[۲]
ترجمہ: بھیجے پیغمبر خوشخبری اور ڈر سنانے والے تاکہ باقی نہ رہے لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقعہ رسولوں کے بعد۔ (اور اللہ تعالیٰ نے) رسولوں کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کی اللہ پر کوئی حجت باقی نہ رہے۔

---

[۱] مصادر التشریع الاسلامی ص ۹۳۔

[۲] النساء ۴: ۱۶۵

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جہاں احکام کی تفاصیل بیان فرمائی ہیں وہاں اکثر ان کی علتیں بھی بیان فرمائی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ آیۃ وضو کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم [1]

(مفہوم) ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم پر کوئی تنگی نہیں کرنا چاہتے لیکن اللہ تمہیں پاکیزہ رکھنا چاہتے ہیں اور تم پر اپنی نعمت پوری کرنا چاہتے ہیں۔

اور جیسے اللہ تعالیٰ کا قول روزوں کے بارے میں۔

کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (البقرہ ۱۸۳)

ترجمہ: فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ

اور نماز کے بارے میں ارشاد باری ہے

ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔ (العنکبوت ۲۹: ۲۱/۴۵

ترجمہ: بیشک نماز روکتی ہے بے حیائی اور بری بات سے۔

اور قبلہ کے بارے میں۔

فولوا وجوھکم شطرہ لئلا یکون للناس علیکم حجۃ (البقرہ ۲: ۲/۱۵۰)

ترجمہ: منہ کرو اس کی طرف تاکہ نہ رہے لوگوں کو تم سے جھگڑے کا موقع۔

اور جہاد کے بیان میں

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا۔ (الحج ۲۲: ۱/۳۹)

ترجمہ، حکم ہوا ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا۔

حکمت قصاص کے بارے میں ارشاد ہے۔

ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب۔ بقرہ ۲: ۲/۱۷۹)

ترجمہ: اور تمہارے واسطے قصاص میں بڑی زندگی ہے عقل مندو

محمد بن ابی بکر ابن قیم المتوفی ۷۵۱ھ فرماتے ہیں۔

---

[1] المائدہ ۶:

شریعت مقدسہ کی بنیاد حکمتوں اور بندوں کے دنیوی اور اخروی مصالح پر ہے شریعت تو مجسمہ عدل ورحمت ومصالح ہے ہر وہ مسئلہ جو عدل سے ظلم کی طرف اور رحمت سے بے رحمی کی طرف، مصلحت سے فساد کی طرف اور حکمت سے عبث کی طرف خارج ہو وہ شریعت کا مسئلہ نہیں اگرچہ تاویل سے اس میں داخل کر دیا ہو۔

پس شریعت تو اللہ کا عدل ہے اپنے بندوں کے ساتھ اور اللہ کی رحمت ہے اپنی مخلوق کے ساتھ اور اس کی زمین میں اس کا ظل ہے اور اللہ کی ایسی حکمت ہے جو اللہ تعالی اور اس کے رسول کی سچائی پر پورے طور پر دلالت کر رہی ہے۔ اور یہ اللہ کا ایسا نور ہے جس سے اہل نظر بصیرت حاصل کرتے ہیں اور اس کی وہ ہدایت ہے جس سے ہدایت والے ہدایت پاتے ہیں اور اس کی وہ شفاء تام ہے جس کے ذریعے تمام بیماروں کو شفاء ملتی ہے اور اللہ کا وہ صراط مستقیم ہے کہ جو اس پر سیدھا چلا وہ سیدھے راستے لگ گیا اسی ذریعے سے اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمینوں کو گرنے سے روک رکھا ہے۔

طوفی ان کا مسلک اور دلائل

دیگر قائلین استصلاح کے بالکل برعکس یہ استصلاح کو حجت مانتے ہیں ان احکام میں بھی جن میں نص وارد ہے۔ ان کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے۔ احکام شرعیہ کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ عبادات کے احکام نیز وہ احکام جو شریعت کی طرف سے مقرر ہیں جن میں عقل کی کوئی مجال نہیں کہ ان کے معانی کو تفصیل کے ساتھ سمجھ سکے ان میں تو نصوص ہی پر اعتماد کیا جائے گا۔

۲۔ معاملات اور سیاسیات وغیرہ کے احکام یعنی وہ احکام جن کے معانی اور مقصود کو سمجھنے میں عقل کو کچھ دخل ہے۔ ان احکام میں بجائے نصوص کے مصالح ہی پر اعتماد کیا جائے گا۔

جب ان واقعات میں شارع کا کوئی حکم نہ ہوگا تو اس حکم کو مصلحت کی بنیاد پر مشروع کیا جائے گا اور جب ان واقعات میں کوئی نص موجود ہو تو مصلحت کے مقتضی

کے مطابق ہو تو ہم نص والے حکم کو نافذ کریں گے۔ اور اگر کہیں ایسا ہے کہ اس واقعہ میں نص تو موجود ہے لیکن وہ مصلحت کے خلاف ہے اور ان دونوں میں جمع ممکن نہیں تو نص کو چھوڑ دیں گے اور مقتضائے مصلحت کو نافذ کریں گے۔

ذیل میں ہم ان کے رسالہ "رسالہ الطوفی فی رعایۃ المصلحۃ" کا اقتباس نقل کرتے ہیں جو ان کے مسلک کو واضح کرتا ہے:۔

"واعلم ان هذه الطريقة التى قررناها مستفيدين لها من الحديث المذكور "لاضرر ولاضرار" ليست هى القول بالمصالح المرسلة على ما ذهب اليه مالك بل هى ابلغ من ذلك وهى التعويل على النصوص والاجماع فى العبادات والمقدرات وعلى اعتبار المصالح فى المعاملات وباقى الاحكام"

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ یہ طریقہ (استصلاح) جس کو ہم نے مقرر کیا ہے اس حدیث سے اخذ کرتے ہوئے لاضرر ولاضرار (نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ نہ کسی سے نقصان اٹھاؤ) یہ مالکی مذہب کے مطابق مصالح مرسلہ کا قول نہیں ہے بلکہ یہ اس سے بلیغ تر ہے اور وہ یہ ہے کہ عبادات اور مقرر شدہ احکام میں تو نصوص اور اجماع پر ہی اعتماد ہوگا اور معاملات اور دیگر احکام میں مصالح پر ہی اعتبار ہوگا نصوص کا اعتبار نہ ہوگا)

طوفی کے دلائل

۱۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ "لاضرر ولاضرار" یہ ایک ایسی نص ہے جو خاص اور قطعی ہے ہر ضرر اور ضرار کی نفی میں اس لیے کہ نکرہ جب نفی کے تحت داخل ہو تو وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ لہٰذا جب نص نے کسی حکم پر دلالت کی اور اس نص کے حکم کو کسی واقعہ میں منطبق کرنے سے کوئی ضرر لازم آتا ہے کوئی مصلحت فوت ہوتی ہے یا کوئی فساد لازم آتا ہے تو ہم نص کو اس واقعہ کے علاوہ دیگر واقعات کے ساتھ خاص کر دیں گے جیسے عام اور خاص میں ہوتا ہے کہ عام پر عمل

کرتے ہیں اور خاص کو الگ کر دیتے ہیں۔

۲۔ نصوص اور اجماع اور باقی ادلہ اور علامات شرعیہ یہ تو صرف لوگوں کی مصالح کو وجود بخشنے کے لیے ہیں اور رعایت مصلحت بھی ادلہ احکام اور علامات شرعیہ میں سے ہے لہٰذا جب ہم نے ان دلائل کے مقابلے میں مصلحت پر عمل کیا تو ہم نے ایک راجح دلیل پر ان مرجوح دلائل کے مقابلے میں عمل کیا اس لیے کہ مصلحت ہی مقصود ہوتی ہے اور مقاصد کی وسائل پر تقدیم واجب ہے۔

استصلاح کو حجت نہ قرار دینے والوں کے دلائل

جو لوگ استصلاح سے استدلال کے قائل نہیں ان میں دو فریق ہیں:

۱۔ فریق اوّل وہ لوگ ہیں جو قیاس کو حجت نہیں مانتے ان کے جو دلائل نفی قیاس پر ہیں وہی دلائل نفی استصلاح پر ہیں۔ ان دلائل میں سے یہ ہے کہ احکام شرعیہ ایسی مرتب و منظم علتوں پر مبنی نہیں ہیں جن کو ہماری عقلیں معلوم کر سکیں جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرما دی ہیں یا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری فرما دی ہیں وہ لوگوں کے مصالح کی ذمہ داری اٹھانے کے لیے کافی ہیں اور جن چیزوں میں کوئی نص نہیں وہ اپنی براءۃ اصلیہ پر ہوں گی جس پر ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔ اس لیے یہ لوگ علت، تعلیل، قیاس، استحسان اور استصلاح کے قائل نہیں اور ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دین کو مکمل فرما دیا وہ مزید تکمیل کا محتاج نہیں۔

فریق ثانی: اس میں تمام وہ لوگ شامل ہیں جو قیاس کو مانتے ہیں ان میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ پیش پیش ہیں وہ اپنے مذہب پر چند دلائل پیش کرتے ہیں۔

پہلی دلیل: شریعت نے مصالح حقیقیہ کی رعایت دو وجہوں سے کی ہے:

۱۔ ان مصالح کے لیے احکام مشروع فرمائے ہیں۔

۲۔ شریعت نے ان مصالح کا اعتبار کرنے کی جانب رہنمائی فرما دی ہے تاکہ تشریع کی بنیاد اس پر قائم کی جا سکے۔

چنانچہ جن مصالح کے لیے نہ تو احکام وضع ہوئے اور نہ شریعت نے ان کا اعتبار کسی بھی وجہ سے کیا تو ان پر تشریع احکام کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی کیونکہ حکم شرعی اس وقت ہوتا ہے جبکہ شارع اسکو مشروع کرے یا اس پر کسی ایسی چیز کی بنیاد رکھے جس کو شریعت میں بطور اساس کے اعتبار کیا گیا ہے جبکہ استصلاح ایسا حکم ہے جو ایسی مصلحت پر مبنی ہے جس کا شارع نے اعتبار ہی نہیں کیا لہذا یہ حکم شرعی نہیں بن سکتا لیکن اس دلیل کا جواب دیا گیا ہے کہ مصالح مرسلہ کا اس طرح ہونا کہ ان پر احکام کا ترتب اور ان کی بنیاد پر احکام کی تشریع نہ ہو سکنا یہ بات ہمیں قابل تسلیم نہیں اس لیے کہ صحابہ اور تابعین کا اس پر عمل مصالح مرسلہ کے اعتبار کا بہت بڑا شاہد ہے۔

دوسری دلیل: اگر ہم مصالح مرسلہ کے مطابق عمل شروع کر دیں تو اہل الہوس قسم کے لوگوں کے لیے اپنی ہوس پوری کرنے کا موقع خوب فراہم ہو جائے گا اور وہ اپنی اغراض کو سامنے رکھ کر احکام وضع کریں گے اور اس کا فساد مخفی نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ استصلاح کی شرائط میں سے ہے کہ کوئی دلیل شرعی اس کے اعتبار یا الغاء پر قائم نہ ہو اور در حقیقت یہ ایسا مرتبہ ہے کہ جس تک ہر ایک کی رسائی مشکل ہے اور اس میدان میں وہی دم مار سکے گا جو اجتہاد کے مقام پر فائز ہو گا اور اس مقام تک عوام اور اصحاب ہوا و ہوس کی رسائی نہیں بلکہ یہ مقام صرف ان اصحاب معرفت کو عطا ہوتا ہے جو صحیح طریقہ پر احکام کا اپنی جگہوں سے استنباط کرنا جانتے ہیں

تیسری دلیل: شارع نے کچھ مصالح کا اعتبار کیا اور بعض کی نفی کر دی البتہ کچھ مصالح اعتبار اور عدم اعتبار کے بین بین رہ گئیں انہی کو مصالح مرسلہ کہتے ہیں جن کے معتبر ہونے کا احتمال بھی ہے اور عدم اعتبار کا بھی لہذا ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ معتبر ہیں اور ان پر احکام کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے کیونکہ اگر ہم اعتبار والی جانب کو ترجیح دے دیں تو ترجیح بلا مرجح ہو جائے گی۔

اس کا جواب: عدم مرجح کا دعویٰ صحیح نہیں اس لیے کہ جن مصالح کو شریعت نے لغو قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ مصلحت ہے بلکہ اس کی وجہ تو یہ ہے کہ کوئی

اور مصلحت اس کے مقابلے میں آگئی اور اس پر راجح ہو گئی یا اس مصلحت کی وجہ سے کچھ مفاسد پیش آسکتے ہیں اور زیر بحث مصالح میں یہ چیز موجود نہیں اس لیے کہ ان میں مصلحت کی جانب ضرر پر غالب ہے۔

علاوہ ازیں یہ بات ہے کہ جن مصالح کا شارع نے اعتبار نہیں کیا وہ تھوڑی ہیں اور جن کا اعتبار کیا ہے وہ بہت زیادہ ہیں چنانچہ جب ایسی مصلحت ہو جس کے اعتبار یا عدم اعتبار پر کوئی دلیل نہ ہو تو ظاہر ہے کہ اس کو کثیر غالب کے ساتھ ملحق کریں گے نہ کہ قلیل نادر کے ساتھ علاوہ ازیں قائلین استصلاح کے نزدیک اس کے لیے کچھ شرائط بھی ہیں۔

شرائط احتجاج بالاستصلاح

پہلی شرط: جس مصلحت کی وجہ سے حکم مشروع کیا جا رہا ہے وہ کلی ہو یعنی عام لوگوں کے لیے ہو عام لوگوں کو اس سے فائدہ ہو اور اس کے ذریعے عام لوگ نقصان سے بچ سکیں اگر وہ مصلحت خاص ہو گی تو اس پر احکام مبنی نہ کیے جا سکیں گے۔

مثال کے طور پر کچھ لوگ کشتی میں سفر کر رہے ہوں اور کشتی ڈوبنے لگے تو ان کے لیے ہرگز یہ جائز نہیں ایک کو سمندر میں پھینک کر اس کے ذریعے باقیوں کی جان بچا لیں کیونکہ یہ مصلحت عام نہیں رہی بلکہ خاص ہو گئی۔

دوسری شرط: جس مصلحت پر احکام کو مبنی کیا جا رہا ہے اس سے واقعی طور پر لوگوں کو فائدہ ہو اور نقصان سے بچیں جیسے معاملات بیع و شراء نکاح وغیرہ میں رجسٹرڈ کرانا اور تاریخ وغیرہ لکھنا کیونکہ اس میں ایک مصلحت ہے وہ یہ کہ جھوٹی گواہی کو روکا جائے اگر اس مصلحت میں فائدے کی محض موہوم سی امید ہو یا نقصان سے بچنے کا صرف وہم ہو تو پھر اس مصلحت پر احکام کی بنیاد رکھنا صحیح نہ ہو گا۔

تیسری شرط: مصلحت کی وجہ سے جو حکم وضع ہوا ہے وہ حکم شرعی کے مخالف نہ ہو اور نہ اس سہولت و آسانی کو اٹھانے والی ہو جو قرآن و سنت سے صراحتاً ثابت ہے۔

مثلاً ایک مالدار شخص نے رمضان کا روزہ عمداً توڑ دیا تو اگر کوئی شخص اس کو روکنے کی مصلحت سے فتویٰ دے کہ تم پر متواتر دو ماہ کے روزے واجب الادا ہیں اور اس کے سوا تمہارے لیے کفارہ کی کوئی صورت نہیں تو یہ غلط ہوگا کیونکہ یہ نص حدیث کے خلاف ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ عمداً صوم رمضان کے توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے اگر وہ دستیاب نہ ہو تو متواتر دو ماہ کے روزے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ضروری ہے۔

چوتھی شرط: اور امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک شرط کا اور اضافہ کیا ہے یعنی مصلحت ضروری ہو اس کی مثال یوں سمجھ لیجیئے۔

کافروں کی فوج نے کچھ مسلمانوں کو قید کر کے انہیں ڈھال کے طور پر استعمال کیا اور صورت حال ایسی پیچیدہ ہو کہ اگر ہم مسلمانوں کی زندگی بچائیں تو تمام ملک کے مسلمانوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جاتی ہیں اور کفار مسلمانوں کو بالکل ختم کر سکتے ہیں اور اگر ہم ان مسلمانوں کو شہید کر دیں تو نقصان کا اندیشہ ختم ہو جائے گا لیکن بے گناہ مسلمانوں کا قتل لازم آتا ہے جو شریعت میں جائز نہیں یہاں چونکہ پورے ملک کے مسلمانوں کو خطرہ ہے تو وہاں اس مصلحت کو ضروری سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا اور ان مسلمانوں کو شہید کر کے کافروں کا استیصال ضروری ہوگا۔

استصلاح اور قیاس میں فرق

قیاس اور استصلاح میں دو چیزوں میں اتفاق ہے اور دو چیزوں میں اختلاف ہے۔

جن چیزوں میں اتفاق ہے وہ یہ ہیں۔

۱- ان دونوں میں ایسے مقام پر حکم دیا جاتا ہے جس مقام میں کوئی حکم قرآن، حدیث اور اجماع سے ثابت نہیں۔

۲- ان دونوں میں حکم ایسی مصلحت پر مبنی ہوتا ہے جس کے متعلق ظن غالب یہ ہے کہ اس پر تشریع کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔

وجوہ اختلاف :

۱- قیاس میں جس مصلحت پر حکم کی بنیاد رکھی جاتی ہے وہ شارع کے یہاں معتبر ہوتی ہے اس پر کوئی دلیل موجود ہوتی ہے۔ لیکن استصلاح میں جس مصلحت پر حکم مبنی ہوتا ہے اس مصلحت کے اعتبار یا عدم اعتبار پر شارع کی جانب سے کوئی دلیل نہیں ہوتی بلکہ اس بارے میں شارع کا سکوت معلوم ہوتا ہے۔

۲- قیاس کے ذریعہ جن واقعات میں حکم لگایا جاتا ہے ان واقعات کی نظیر کتاب وسنت اور اجماع میں موجود ہوتی ہے اور اسی نظیر پر قیاس کر کے ان واقعات کے لیے حکم معلوم کر لیا جاتا ہے کیونکہ وہ مصلحت (علت) دونوں میں مشترک ہوتی ہے جس کی وجہ سے حکم لگتا ہے لیکن استصلاح کے ذریعے جو حکم لگتا ہے اس کی کوئی ایسی نظیر نہیں ہوتی جس پر حکم کو قیاس کیا جا سکے بلکہ اس میں نئے سرے سے حکم مرتب ہوتا ہے اس مصلحت مناسبہ کی وجہ جس میں کسی فائدہ کا حصول ہے یا کسی ضرر کا دفع ہے۔

استحسان اور استصلاح میں فرق

استصلاح کے ذریعے جہاں حکم کیا جاتا ہے وہاں اس مسئلہ کی کوئی ایسی نظیر نہیں ہوتی جس میں اس کے خلاف حکم ہو کیونکہ حکم تو وہاں ابتداء ہی سے ثابت ہوتا ہے اور استحسان اس بات کا مقتضی ہے کہ جس مسئلہ میں استحسان کے ذریعے حکم لگایا گیا ہے اس مسئلہ کی کچھ نظائر ایسی ہوں جن میں اس کے مغائر حکم ہو۔ یا وہ مسئلہ کسی دلیل کی وجہ سے اپنی نظائر کے حکم سے مستثنیٰ ہو۔

موازنۂ مذاہب

جو لوگ بالکل مصلحت مرسلہ کو حجت نہیں مانتے ان چیزوں میں جن میں نص موجود نہیں اور نہ ہی ان چیزوں میں جن میں نص موجود ہے۔ ایسے لوگوں نے سہولت اور دفع حرج کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ اور انہوں نے ظاہر کیا ہے کہ شریعت لوگوں کی مصالح پوری کرنے سے قاصر ہے اور جدت

زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتی اور انہوں نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ شریعت ہر زمانے اور ہر ماحول کی ہر مصلحت کی کفیل ہے یہ اس صورت میں قابل تسلیم ہے جب وہ مصلحت کو تشریع کی سند مانیں اور یہ بات تسلیم کریں کہ جہاں بھی مصلحت پائی جائے گی وہاں شریعت کا حکم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا دین مکمل فرمایا ہے کیونکہ اکثر مواقع میں تو احکام مشروع فرما دیئے ہیں اور جہاں مشروع نہیں فرمایا وہاں احکام مشروع کرنے کے مختلف طریقے تجویز فرما دیئے اور انہی طریقوں میں سے یہ ہے کہ جہاں مصلحت ہو اور حکم شرع وہاں وارد نہ ہو تو وہاں احکام کی تشریع کی جا سکتی ہے۔ اور طوفی جو منصوص اور غیر منصوص احکام میں مصلحت پر احکام کی بناء رکھتے ہیں انہوں نے تو ایسا دروازہ کھولا ہے جس سے نصوص کے خلاف فیصلے صادر کیے جا سکتے ہیں اور نص اور اجماع کے حکم کو رائے کے سامنے پیش کر دیا ہے چاہے رائے اس کو منسوخ کرے یا باقی رکھے کیونکہ مصلحت کا اعتبار محض ایک رائے اور اندازہ ہی تو ہے۔ بسا اوقات ایک چیز کی عقل سے مصلحت معلوم ہوتی ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے وہ مفسد ثابت ہوتی ہے لہٰذا رائے سے احکام کو منسوخ کرنا اور عقل کی کسوٹی پر ان کو پرکھنا تو شرائع الٰہیہ اور قوانین اسلامیہ کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔

پھر وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ عبادات اور مقدرات میں استصلاح کی گنجائش نہیں اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ دیگر احکام جو مصالح کے مطابق ہیں ان میں بھی استصلاح کی ضرورت نہیں اس لیے کہ وہ مصلحت کے مطابق ہیں اور ایسی کوئی مثال پیش نہ کر سکے جہاں شریعت کا حکم مصلحت کے خلاف ہو اور حکم شرع کو چھوڑ کر مصلحت کے مقتضیٰ پر عمل کیا گیا ہو۔

اور بہترین مذہب یہ ہے کہ ایسے واقعات میں استصلاح کی گنجائش ہے جن میں کوئی حکم نص یا اجماع سے ثابت نہ ہو اور جس مصلحت پر تشریع کی بنیاد رکھی جاتی ہے وہ بحث سے مصلحت حقیقیہ عامہ ثابت ہو جائے اس لیے کہ جب مجتہدین کی جماعت کی بحث سے ثابت ہو جائے گا کہ وہ مصلحت عامہ حقیقیہ ہے تو وہ ایسی مصلحت بنے گی کہ شارع نے اس کے مثل کا یا اس کی جنس کی کسی مصلحت کا اعتبار کیا ہوگا۔ اور اس مصلحت پر جو حکم مرتب ہوگا وہ حکم شرعی ہوگا اس لیے کہ وہ اسی حکم کے مثل یا اس کی جنس سے ہوگا جس کا شارع نے حکم فرمایا ہے۔

بلا سود بنکاری

تالیف: محمد اکرم خان

سود ایک بہت بڑی لعنت ہے جو صدیوں سے ساری دنیا پر مسلط ہے۔ اسی لعنت کے سبب آج دنیا جہنم زار بنی ہوئی ہے اور امیر، امیر تر غریب غریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ موجودہ حکومت نے سود کے مکمل استیصال کے لیے فیصلہ کن اقدامات کیے ہیں۔ ملک کے معروف ماہر اقتصادیات جناب محمد اکرم خاں صاحب نے اس کتابچے میں اس موضوع پر نہایت عالمانہ انداز میں بحث کی ہے۔

• کاغذ نفیس • طباعت و کتابت اعلیٰ • قیمت صرف سات روپے

پتہ

مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور